© rasailojaraid.com

خلافتِ ارض کیلئے سائنس اور ٹکنالوجی کی اہمیت

قرآن حکیم کی نظر میں

خلافت ارض اور علم اسماء

جناب مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی ناظم، فرقانیہ
اکیڈمی، بنگلور

(قسط دوم)

۹ـــــ **خلیفہ ہونے کا صحیح مطلب** اس موقع پر ایک اور اہم بحث یہ ہے کہ اس صفحۂ ارض پر انسان کے خلیفہ ہونے کی نوعیت وحیثیت کیا ہے؟ لفظ "خلیفہ" کے معنی جانشین، قائم مقام اور نائب کے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ انسان کو زمین میں خلیفہ بنانے کا صحیح مطلب کیا ہے اور وہ کس کا جانشین اور کس کا نائب ہے؟ تو اس بارے میں عام طور پر یہ مفہوم چل پڑا ہے کہ وہ اللہ کا نائب ہے اور خلافت سے مراد خلافتِ الٰہیہ ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اس نظریہ پر سخت تنقید کی ہے کہ "انسان اللہ کا خلیفہ ہے"! کیونکہ خلافت کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کی غیر موجودگی میں قائم مقامی کی جائے۔ یا کسی کی وفات کے بعد جانشینی عمل میں آئے۔ یا یہ کہ کسی معذوری کی بنا پر نیابت کا کام انجام دیا جائے۔ مگر معاذ اللہ خدا کے بارے میں اس قسم کی نیابت کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے یہ نظریہ غلط اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے بنیاد ہے[1] بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ خلافت الٰہیہ سے مراد احکام ربانی کا نفاذ ہے مگر یہ قرآن کا نظریہ نہیں بلکہ لوگوں کی اپنی تاویل ہے۔

قرآن مجید میں کسی ایک جگہ بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ میں "اپنا خلیفہ" بنانے والا ہوں، بلکہ ہر جگہ یہ لفظ نکرہ استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی "ایک خلیفہ"۔ اور اس لفظ کے اصل لغوی معنی ہیں "پیچھے آنے والا"۔ اس لحاظ سے آیت کریمہ " اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً " کا مطلب ہوگا "دنیا میں پہلے سے جو مخلوق موجود تھی انسان اس کے پیچھے آنے والا ہے۔ اور مفسرین کا ایک گروہ اس کا قائل اور مؤید ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر المنار۔

" وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا " سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے یعنی آدمؑ کو تمام اسماء اور ان کے مسمّیات بتا دینے کا مطلب یہ بھی ہوا کہ اس سے پہلے جتنے بھی موجودات اور جتنی بھی انواع حیات موجود تھیں سب کا علم دے دیا گیا۔ اب کوئی مزید اور نئی نوع اس دنیا میں آنے والی نہیں ہے۔ یہ دراصل اعلان ہے اس بات کا کہ اب نوعِ انسانی اور قیامت کے درمیان زیادہ فصل نہیں ہے۔ اس لحاظ سے نوعِ انسانی کو اب قیامت کا انتظار کرنا چاہیے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث سے بھی اس کی مزید تائید ہوتی ہے، جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے چھ دنوں میں زمین اور اس کے متعلقات —— مختلف لوازمِ حیات —— کی تکمیل کرنے کے بعد ساتویں دن جمعہ کے روز بعد عصر دن کی بالکل آخری ساعتوں میں آدمؑ کو پیدا کیا[2]

اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ کائنات کی طویل ترین مدّت کو اگر ہم سات ادوار میں تقسیم کر دیں تو حضرت آدمؑ کی تخلیق ساتویں دور کے آخری مرحلے میں عمل میں آئی ہے اور اب کائنات کا گویا کہ ڈراپ سین یا اختتام ہونے ہی والا ہے[3]

---

[1] ملخص از فتاوی ابن تیمیہؒ، جلد دوم۔ [2] ملاحظہ ہو مسلم، باب صفة القیامة والجنة والنار۔ [3] اس موضوع پر تفصیلی بحث اور حدیث بالا کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب " وجود باری کے شواہد "۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن انسان کو "خلیفہ" کہتا ہے۔ اب "حیاتیاتی" نقطۂ نظر سے اس قرآنی بیان کی صداقت اور اس کے دعوے کا ثبوت یہ ہے کہ لاکھوں سال گزر جانے کے باوجود انسان کے بعد یا اس کی نوع میں کوئی "ارتقاء" نہیں ہوا ہے اور نہ ہی اس کے کوئی آثار نظر آرہے ہیں۔ ورنہ پھر کیا وجہ ہے کہ ارتقاء انسان ہی پر آکر رک گیا حالانکہ اس کو اس قانون کی رُو سے برابر جاری رہنا چاہیے تھا۔ اب آپ اس کو نظریۂ ارتقاء کی ناکامی کہیے یا اس نظریہ کی رو سے "ارتقائے حیات" کا ٹھہراؤ، بہرحال اس سے اتنا تو ثابت ہو جاتا ہے کہ انسان "خلیفہ" ہے یعنی سب سے آخر میں آنے والا۔ اور مختلف حدیثوں کی تصریحات کے مطابق قیامت اسی پر قائم ہوگی۔

یہ تھا لفظ خلیفہ کا لغوی مفہوم۔ اب رہی یہ بات کہ اس سے اصل مقصود کیا ہے، کیونکہ یہ لفظ یہاں پر خصوصیت اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ لایا گیا ہے۔ تو جیسا کہ امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے: یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام کی عزت و تکریم کی خاطر استعمال کیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ : اور وہی ہے جس نے زمین میں تم کو خلیفہ بنایا۔

(انعام ۱۶۵)[1]

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝

پھر ہم نے تم کو اُن (قوموں کے) بعد زمین میں جانشین بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

(یونس ۱۴)

ان آیات میں خلافت ارض کا مقصد اور اس کا فلسفہ بھی بخوبی سمجھا دیا گیا ہے کہ انسان ایک ذمہ دار اور جواب دہ ہستی بنا کر بھیجا گیا ہے اور اس نگارخانۂ عالم میں اُس سے حسنِ عمل

---

[1] ملاحظہ ہو مفردات قرآن، از راغب اصفہانی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا مظاہرہ مطلوب ہے۔ ورنہ پچھلی قوموں اور پچھلی مخلوقات ہی کی طرح اس کا انجام بھی بہت برا ہوگا۔

حاصل یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کا لقب اس لیے عنایت فرمایا ہے کہ اُسے اپنی ذمہ داری کا صحیح احساس ہو اور تمام انواعِ حیات سے اپنے آپ کو ممتاز اور برتر تصور کرتے ہوئے اپنے فرائض اور مقصدِ زندگی کو بجالائے۔ یہ گویا کہ خلیفہ کا اصطلاحی مفہوم ہے کہ وہ چونکہ اس کائنات کا کل سرسبد ہے اس لیے وہ تمام موجوداتِ عالم اور کل انواعِ حیات پر حکومت کرے اور ہر ایک سے اس کے "مقام و مرتبہ" کے مطابق رحمت و شفقت کا برتاؤ کرے، کیونکہ وہ خدائے رحمان کا نمائندہ ہے۔ اسی بنا پر اس کو تمام اشیائے عالم اور کل انواعِ حیات کا علم دیا گیا تاکہ وہ ہر ایک کے مقام و مرتبہ کو اچھی طرح سمجھ لے۔ اور جیسا کہ گزر چکا اس سے شرک اور مظاہر پرستی کا دروازہ بھی بند کرنا مقصود تھا۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۧ اور ہم نے اولادِ آدم کو یقیناً عزت بخشی اور انھیں بر و بحر میں سواریاں عطا کیں اور (خورد و نوش کی) عمدہ چیزوں سے انھیں نوازا اور بہت سی مخلوقات پر انھیں کلی فضیلت بخشی۔ (بنی اسرائیل ۷۰)

ایک موقع پر خلافت کی اہمیت اور اس کی ذمہ داری کا احساس اس طرح دلایا گیا ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْعَدْلِ: اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، پس تم لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کرو۔ (ص ۲۶)

ان تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق خصوصی طور پر اور مکمل منصوبے کے تحت عمل میں آئی ہے۔ نہ تو وہ خود بخود اتفاقی طور پر ظہور پذیر ہوا ہے اور نہ ہی وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے اعمال وافعال اور دستور حیات کی تدوین میں آزاد وخود مختار ہے کہ جو چاہے اپنی صوابدید کے مطابق کرے "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" (میں زمین میں ضرور ایک خلیفہ بنانے والا ہوں) کے الفاظ اس کی صراحت کر رہے ہیں کہ انسان کی تخلیق پورے شعور اور مکمل منصوبے کے تحت عمل میں آئی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مواقع پر اللہ تعالیٰ اپنے ازلی قانون کی تصریح اس طرح کرتا ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ۝ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا ایک متعین ضابطہ بنایا۔ (فرقان - ۲)

بہرحال انسان کو تمام مخلوقات میں سب سے آخر میں پیدا کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان مخلوقاتِ الٰہی میں غور وفکر کر کے اپنے مرتبے ومقام کو پہچانے اور خالق کی نشانیوں کا سراغ لگائے جس کے ذریعہ علم ومعرفت کے ابواب کھل سکتے ہیں اور شکوک وشبہات کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

۱۰ــــ عالمِ ارض میں انسان کی اہمیت "اللہ نے آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام اور ان کے خواص بتا دیئے"۔ اس سے ایک اور بنیادی حقیقت یہ بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے ایک زبان اور لغت بھی وضع کی؟ کیونکہ اظہار بیان اور تعلیم و تدریس کے لیے ایک زبان کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔[1]

---

[1] اصول فقہ کی رو سے یہ مفہوم "دلالۃ النص" کے تحت واضح ہو رہا ہے، جس کو "قیاس جلی" بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی محض لغت (یا جملوں کی بناوٹ) سے کوئی ایسا مفہوم ثابت ہونا جس سے ظاہری الفاظ خاموش ہوں۔ اس کو ظاہری حکم کے لوازم اور مقتضیات بھی کہا جا سکتا ہے، جو غور وفکر کے بعد واضح ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن میں غور وفکر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ اس لحاظ سے خود خداوند عالم جلّ شانہ‘ ہی سب سے پہلا اور اصل "واضع لغت" قرار پاتا ہے [۵۱]۔ ظاہر ہے کہ یہ بات انسان کی قدرت سے باہر تھی کہ وہ اپنے ظہور کے ساتھ ہی اپنے لیے ایک زبان بھی خود ہی لے آتا، جو اس کو ہزاروں سال کی کوششوں اور تجربوں کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور بغیر زبان کے تعلیم ممکن نہیں۔

اس کا مطلب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کو زندگی کے میدان میں یکہ وتنہا اور حیران و پریشان نہیں چھوڑ دیا اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی رہنمائی ورہبری سے غافل نہیں رہا، بلکہ ہر ہر مرحلے میں اُس کی یاوری و رہبری کی اور قدم قدم پر اس کی اس طرح مدد کی جس طرح ایک بزرگ اور شفیق باپ ایک ننھے بچے کی قدم قدم پر مدد اور دستگیری

---

۵۱ یہ امام اشعری کا استدلال ہے، ملاحظہ ہو تفسیر معارف القرآن ۱/ ۱۸۲

اب فلسفیانہ نقطۂ نظر سے یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ نے ——— جو ہر قسم کے جواہر واعراض سے پاک ہے ——— حضرت آدم سے کس طرح گفتگو کی اور انھیں کس طرح اور کس زبان میں ان امور کی تعلیم دی؟ یہ سب غیر ضروری اور لا طائل مسائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی "تعلیم ازلی" کا ایک واضح اور مکمل نمونہ آج ہمارے سامنے خود قرآن حکیم کی شکل میں موجود و محفوظ ہے۔ جس طرح تعلیم الٰہی کی اصل حقیقت و ماہیت کو سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح "وحی الٰہی" کی اصل کنہ و حقیقت کا ادراک بھی عقل انسانی سے باہر ہے۔ مگر اس وحی الٰہی کا وہ ابدی نمونہ جو قرآن حکیم کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے وہ اپنے لازوال ابدی حقائق وسچائیوں کے باعث ان امور کے برحق ہونے پر دلالت کر رہا ہے یعنی ہم قرآن جیسے لازوال سرچشمۂ ہدایت کو محض دیکھ کر ہی ان تمام "امور غیب" کی صداقت وحقانیت کا یقین کر سکتے ہیں اور اس کے لیے ہمیں مزید کسی خارجی دلیل یا شواہد کی ضرورت نہیں ہے۔

* * *

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتا ہے۔ اس طرح تخلیقِ انسان کے بعد خلاق فطرت کا تعلق انسان سے کسی بھی مرحلے میں اور کسی بھی طرح منقطع نہیں ہوا، بلکہ ہر ہر قدم پر اس کی تعلیم جاری رہی، نامعلوم امور میں اس کو صحیح راستہ دکھایا گیا، زندگی کے نشیب و فراز سمجھائے گئے اور ارضی احوال سے نپٹنے کے تمام طریقے سمجھا دیے گئے۔

اس بیان سے اُن تمام فلاسفہ اور دہریین کے باطل نظریات کی تردید بھی مقصود ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور یہاں پر کوئی مابعد الطبیعی رہنما قوت کارفرما نہیں ہے، یا خالق کا کام صرف پیدا کر دینا ہے اور ہدایت و رہنمائی اس کے فرائض میں داخل نہیں ہے یا یہ کہ یہ کائنات "اندھی مشیت" کے تحت رواں دواں ہے اور یہاں پر کوئی ناظم و مدبّر ہستی موجود نہیں ہے۔ یا یہ کہ تمام مظاہر کائنات اور کل انواعِ حیات آپ سے آپ رواں دواں ہیں، ان کا کوئی خالق و رب نہیں ہے، یا یہ کہ یہ پوری کائنات ایک مشین کی طرح جاری و ساری ہے اور تمام واقعات و حوادث محض علت و معلول کے بنیادی قانون کے ماتحت ظہور میں آرہے ہیں، یا "فطرت خود بخود خداؤں کی مداخلت کے بغیر سب کچھ کر لیتی ہے" یا "مادہ خالی ہیولیٰ یا محض منفعل ذات نہیں ہے بلکہ وہ مادرِ کائنات ہے جو خود اپنے ہی رحم سے تمام نتائج برآمد کرتی ہے"

بلکہ بعض گستاخوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "ہم نے خدا کی عارضی خدمات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کو سرحد تک پہنچا دیا ہے"۔ (معاذ اللہ)

قرآن حکیم نے ان تمام نظریات کی ترجمانی اور ان پر تبصرہ خود اپنے الفاظ اور اسلوب میں اس طرح کیا ہے:

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ اور انھوں نے کہا کہ یہ تو صرف دنیوی زندگی ہے اور ہم کو صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے (کوئی مافوق ہستی نہیں)۔ ان کے پاس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(غلط نظریہ) پر کوئی دلیل (صحیح علم) نہیں ہے۔ یہ لوگ صرف ظن وتخمین سے کام لیتے ہیں۔
(جاثیہ ۲۴)

بہرحال اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑے مقصد کی خاطر اس کائنات کی تخلیق کی اور اس کو اپنی ازلی حکمت و مصلحت کے تحت ہر قسم کی ضروریات زندگی اور سامانِ آرائش و زیبائش سے لیس کیا، پھر نہایت درجہ رحمت و شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انسان کی قدم قدم پر رہنمائی کی اور کسی بھی حال میں اس کو یکہ و تنہا نہیں چھوڑا اور زندگی کے کسی بھی دور میں اپنے تعلق کو اس سے منقطع ہونے نہیں دیا، پھر اسی طرح دورِ آدم کے بعد نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنے چند مخصوص بندوں کو منتخب کیا اور اُن کے ذریعہ اپنی مرضی اور پیغام اور نجات انسانی کے لیے واضح راہ عمل ظاہر کر دی۔ اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیغام کا کامل نمونہ آج ہمارے سامنے قرآن کی شکل میں موجود و محفوظ ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک "کلام برتر" اور نوع انسانی پر پروردگار عالم کی رحمت و رأفت کا ایک نہایت درجہ اعلیٰ اور بہترین نمونہ ہے جو نوعِ انسانی کے مشاہدہ میں آسکا ہے۔

طبیعی لحاظ سے مظاہر کائنات میں جس طرح رحمانیت کی جھلکیاں پائی جاتی ہیں اسی طرح شرعی لحاظ سے اس کلام برتر میں نوع انسانی پر خلّاق ازل کی شفقت و مہربانی کے نقوش نظر آتے ہیں، جو تاریخی اعتبار سے تمام بنی نوع انسان کے لیے ــــ بلا تفریق رنگ و نسل ــــ ایک "عالمی منشور" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مذاہب عالم کی تاریخ میں ان سے بہتر، جامع، متوازن اور نوعِ انسانی کے لیے مشفقانہ و کریمانہ قوانین کا نظارہ چشم فلک نے کبھی نہیں کیا ہے۔ ایسا جامع و مکمل اور عادلانہ قانون ــــ جو عقلی حیثیت سے فطرت انسانی اور اس کی تمدنی ضروریات کے عین مطابق اور ہر دور میں ناقابلِ تغیر و تنسیخ رہا ہو ــــ ایک معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ایک شاندار مظہر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ نوعِ انسان پر خالق عالم کی ربوبیت اور اس کے کریمانہ رویہ کے دو اعلیٰ مظاہر ہوئے، جو نوعِ انسانی کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کو واضح کر رہے ہیں۔ پہلا تعلق طبیعی (نیچرل) ہے اور دوسرا تعلق شرعی و اخلاقی۔ یعنی جس ہستی نے انسان کی ظاہری اور جسمانی و مادّی ضروریات کے تحت اس جہان کی رنگا رنگیوں کو پیدا کیا اسی نے اُس کی رُوحانی اور اخلاقی ضروریات کے تحت انسانِ اول سے براہ راست اور اس کے بعد دیگر انسانوں سے بالواسطہ طور پر وحی و الہام کی شکل میں رابطہ قائم رکھا اور کسی بھی لمحہ اس کی ہدایت و رہنمائی سے غافل نہیں رہا۔

انسان اول کی اس خصوصی تعلیم و تربیت اس بات کا اظہار ہے کہ اس کائنات میں انسان کی بہت بڑی اہمیت ہے اور اس کی بہت بڑی ذمّہ داریاں ہیں۔ وہ دیگر مظاہر کائنات کی طرح کوئی معمولی وجود نہیں ہے، بلکہ وہ اس کائنات کی وہ ہستی ہے جس کے گلے میں "خلافت ارض" کا طوق (اصلاح عالم کا فریضہ اور عدل الٰہی کے قیام کی ذمّہ داری بشکل جہاد)[1] ڈال دیا گیا ہے۔ یہ وہ بارِ "امانت" (احزاب۔۷۲) ہے جس کے اٹھانے سے تمام موجودات عالم عاجز ہو گئے اور پوری کائنات تھرّا گئی۔ طبیعی اعتبار سے مظاہر کائنات کو عدل و رحمت کا مظہر بنانے کی ذمّہ داری خلّاقِ فطرت نے براہ راست اپنے ذمّہ رکھی اور ان کے لیے ایک طبیعی ضابطہ اور قانون بنا دیا (اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ) مگر شرعی و اخلاقی اعتبار سے عالم انسانی میں نظام عدل کے قیام کی ذمہ داری خود انسانوں ہی کے سپرد کی گئی کہ ہر دور میں چند صالح افراد اٹھیں اور یہ ازلی و آفاقی فریضہ انجام دیں (وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ)۔

اس سے فطرت و شریعت کی یکسانیت اور ہم رنگی مطلوب ہے۔ حکیم اوّل مظاہر فطرت

۱؎ خلافت ارض کے نقطۂ نظر سے فلسفۂ جہاد کی تشریح و تفصیل اگلے ابواب میں کی گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو دیا جا رہا ہے اور حکم ثانی عالم انسانی کو۔

۱۱۔ علم اسماء اور نظام ربوبیت | علم اسماء کی تحقیق کرنا دراصل "خدا کے کاموں" یا خدا کی پیدا کردہ مخلوقات کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہے جو بطور "ربوبیت" اس کائنات اور اس کے حیرت انگیز نظاموں میں جاری وساری ہیں۔ اس لحاظ سے "خلیفہ" کا ایک کام اور اس کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ "علم اسماء" یا نظام ربوبیت" کی تحقیق اور ان کے اسرار سربستہ کی رازجوئی کر کے مشرک اور بے دین لوگوں کی رہنمائی کرے، جن کو مظاہر کائنات کی حقیقت سمجھنے میں دھوکا ہوا ہے یا جن سے وہ غلط نتائج اخذ کرتے ہیں۔

اسی بنا پر قرآن حکیم کے مختلف مقامات پر نظام کائنات کو سمجھنے اور اس سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور اس سے اعراض کر کے غلط روش اور غلط طرز فکر اختیار کرنے والوں کی سخت مذمت کی گئی ہے۔

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ لا وَّاَنْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُھُمْ ج فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ○ کیا انھوں نے ارض وسماوات کے عالم میں اور ان تمام چیزوں میں جن کو اللہ نے پیدا کر رکھی ہیں نظر نہیں کی؟ اور اس پر بھی غور نہیں کیا کہ عجب نہیں کہ اُن کا وقت (موت یا تباہی کا) بھی قریب آ پہنچا ہو؟ اس (واضح حقیقت) کے بعد وہ آخر کس چیز پر ایمان لائیں گے۔؟ (اعراف ۔ ۱۸۵)

وَکَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْھَا وَھُمْ عَنْھَا مُعْرِضُوْنَ ○ اور ارض وسماوات میں کتنی ہی ایسی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ لوگ آنکھیں بند کر کے گزر جاتے ہیں۔ (یوسف ۔ ۱۰۵)

حقیقت یہ ہے کہ عالم ارض اور عالم سماوات اور ان کے حیرت انگیز نظاموں میں اتنے دلائل وشواہد اور اس قدر نشانہائے ربوبیت موجود ہیں جن سے اعراض کرنا اور آنکھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بند کر لینا مشکل ہے۔ صحیفۂ فطرت کے ایک ایک ورق اور اس کے تمام نقش و نگار پر اس کے حیرت انگیز خالق و مربیّ اور مدبّر و منتظم کا نام اور پتہ ایک عجیب و غریب اور اعجازی زبان میں لکھا ہوا ہے، جس کو سمجھنا ہی نشانہائے ربوبیت کو سمجھنا اور اس علم کی چھان بین کرنا دلائلِ آفاق و انفس کی تدوین کرنا ہے تاکہ منکرین و معاندین پر اتمام حجت ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ نظام کائنات میں غور و فکر کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور اس پر مختلف حیثیتوں سے ابھارا گیا ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ یقیناً زمین اور آسمانوں کی تخلیق اور رات دن کے ہیر پھیر میں عقل مندوں کے لیے بہت سے نشانات موجود ہیں۔ (آل عمران - ۱۹۰)

نظام کائنات سے عبرت و بصیرت حاصل نہ کرنے والوں نیز صحیح نتائج اور صحیح افکار کو جھٹلانے یا اُن سے اعراض و اغماض برتنے والوں کو بہائم اور چوپایوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ اور ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور انسان پھیلا رکھے ہیں جن کے دل تو ہیں مگر وہ اُن سے سمجھتے نہیں ہیں، اور اُن کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں ہیں، اور اُن کے کان تو ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں ہیں۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ (کیونکہ یہ لوگ غافل (اور بے پروا) ہیں۔ (اعراف ۱۷۹)

حضرت آدم علیہ السلام کو علم اسماء دیے جانے کی ایک بڑی حکمت و مصلحت یہ بھی تھی کہ اولاد آدم میں یہ علم پھیلے اور منشائے خداوندی کے مطابق اس دنیا میں دلیل و استدلال اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حجت و برہان کا بازار گرم ہو۔ مگر آج کل یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ علوم فطرت یا علوم تکوین — جن کو موجودہ زبان میں سائنس کہا جاتا ہے — نیچریت یا مادیت کے ہم معنی ہے حالانکہ حقیقتاً سائنسی علوم میں اس قسم کی کوئی چیز موجود نہیں ہے، بلکہ وہ تو حیرت انگیز طور پر آج قرآن اور اسلام کی تصدیق و تائید کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ غلطی جو کچھ بھی ہے وہ بعض لوگوں کے اپنے ذہنوں اور اپنے افکار میں ہے، اصل علوم میں نہیں۔ ہمیں انہی غلط افکار و نظریات کی تردید کرنی ہے۔ سائنس درحقیقت کائنات کے آثار و مظاہر کے آزادانہ مطالعہ اور طریق فکر کا نام ہے۔ کائنات کے مظاہر اور ان کے اسرار کا مشاہدہ و تحقیق کر کے اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے قوانین و ضوابط کو ترتیب دے کر استقرائی حیثیت سے نتائج اخذ کرنا ہی سائنس کا مقصد اور طریق فکر ہے۔ اس حیثیت سے تمام سائنسی علوم قرآن حکیم کے طرز فکر اور اُس کے تلقین کردہ نظام سے پوری طرح ہم آہنگ اور اس کے مؤید و مصدق نظر آتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ موضوع وقت کا اہم ترین موضوع ہے اور اس پر تحقیقی کام کرنا وقت کی ایک اہم ترین علمی ضرورت ہے۔ جب تک یہ کام نہیں ہوگا ذہنی و فکری اعتبار سے عالم انسانی کی رہنمائی نامکمل رہے گی اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی راہ ہموار نہیں ہو سکے گی۔

سائنٹیفک بنیادوں پر قرآن حکیم کے نظام دلائل کا جائزہ یا دلائل آفاق کی تدوین سے دو بڑے فائدے مقصود ہیں: (۱) اہل ایمان کے علم و یقین میں اضافہ اور دین حق پر اُن کی ثابت قدمی (۲) منکرین حق کے شکوک و شبہات کا ازالہ اور ان پر اتمام حجت، جیسا کہ آیات ذیل سے ثابت ہوتا ہے:

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ
اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ
حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝

حا، میم - یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو بڑی قوت اور بڑی حکمت والا ہے یقیناً زمین اور آسمانوں میں ایمان لانے والوں کے لیے بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہاری خلقت اور (صفحۂ ارض پر) جانداروں کے پھیلاؤ میں یقین کرنے والوں کے لیے دلائل موجود ہیں۔ اور اسی طرح دن رات کے ہیر پھیر میں اور جو کچھ اللہ نے اوپر سے رزق (پانی کی شکل میں) اتارا پھر اُس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر دیا اور ہواؤں کے نظام ادل بدل میں دانشمندوں کے لیے واضح نشانیاں موجود ہیں۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کو ہم سچائی کے ساتھ پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ تو یہ لوگ اللہ اور اُس کے نشانات و دلائل کے بعد آخر کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ (جاثیہ ۱-۶)

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ تاکہ وہ اس کو متنبہ کر سکے جس (کا دل) زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہو جائے (یٰسین ۷۰)

۱۲ --- علم اسماء اور معرفت الٰہی علم اسماء کی تحقیق کا سب سے اہم مقصد معرفتِ الٰہی کا حصول ہے۔ یعنی نظام ربوبیت کی تحقیق کے نتیجے میں خدائے تعالیٰ کی بے مثال صفات مثلاً اس کی وحدت و یکتائی، قدرت، ہمہ دانی، حکمت و مصلحت، مخلوق پروری، رحمت و رأفت اور اس کی عجیب و غریب منصوبہ بندی کا بھرپور نظارہ و مشاہدہ ہو جاتا ہے، جو توحید شہودی اور عین الیقین کی منزل اور اس کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اور اس منزل تک پہنچ جانے کے بعد انسان کو فکری اعتبار سے کسی بھی طرح بہکنے اور غلط راستوں کی طرف نکلنے کا موقع باقی نہیں رہتا۔

اس اعتبار سے حسب ذیل آیات کریمہ تمام سائنسی اور کائناتی علوم و فنون کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطالعہ کا نچوڑ اور ان کا ماحصل ہیں۔ جو کوئی غیر جانبداری کے ساتھ مظاہر کائنات اور ان کے نظاموں کی چھان بین کرے گا وہ لازمی طور پر اس منطقی نتیجے تک ضرور پہنچے گا۔ ان آیات میں پورے قرآن اور مطالعۂ کائنات کا عطر کشید کر لیا گیا ہے۔ یہ وہ بلند پایہ آیات ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اگر پہاڑ پر بھی نازل کر دی جاتیں تو وہ ان کے معارف کے بوجھ کی تاب نہ لاکر پاش پاش ہو جاتا۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ج هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ط یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○

وہی اللہ ہے جس کے سوا (اس کائنات میں) کوئی دوسرا الٰہ (نرالے اور حیرتناک افعال والا) موجود نہیں ہے۔ قابل مشاہدہ اور ناقابل مشاہدہ (طبیعی اور مابعد الطبیعی عالموں کا) جاننے والا وہی ہے۔ وہ نہایت مہربان اور سراپا رحمت ہے (جیسا کہ تمام مظاہر کائنات گواہی دے رہے ہیں) وہی اللہ ہے جس کے سوا دوسرا کوئی الٰہ موجود نہیں ہے (جو اپنی مخلوق پر غایت درجہ مہربان ہو) وہ بادشاہ ہے، (سب عیبوں سے) پاک ہے، ہر طرح سالم ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، سب پر غالب ہے، (خرابیوں کا) درست کرنے والا اور بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ (جس کی یہ شان ہے) لوگوں کے شرک (اور ان کی تمام فکری لغزشوں) سے پاک ہے۔ وہی اللہ (اکیلا) ہے جو (تمام انواع حیات کو) پیدا کرنے والا، ٹھیک ٹھیک (ضابطوں کے مطابق) بنانے والا اور (رحم مادر میں اُن کی) صورت گری کرنے والا ہے۔ (ان خوبیوں کی بنا پر) اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔ زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں اس کی تسبیح کر رہی ہیں۔ اور وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زبردست اور حکمت والا ہے۔ (حشر - ۲۲ - ۲۴)

حدیث شریف میں ان آیات کی بڑی فضیلت آئی ہے جو بلا وجہ نہیں ہے ان آیات کریمہ کی موجودہ دور میں بڑی اہمیت ہے جو عصر جدید کے لیے تریاق کا حکم رکھتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مادی کائنات میں صفات الٰہی (اسمائے حسنیٰ) کی جھلکیاں اور ان کا ایمان افروز نظارہ موجود ہے۔ جو نگاہ بصیرت ڈالنے پر عیاں ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر خلاق فطرت کو زمین اور آسمانوں کا نور کہا گیا ہے۔ (اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)۔ اس نور الٰہی کا مشاہدہ ہی "وحدۃ الشہود" کہلاتا ہے جو بندۂ مومن کی معراج ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لیے راقم سطور کی کتاب "وجود باری اور قیامت کے شواہد: دنیائے نباتات میں" دیکھنی چاہیے۔

۱۳ — خلاقِ فطرت کی ہمہ دانی | ان تصریحات و تفصیلات سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات کی تمام اشیاء اور ان کی تمام جزئیات کا علم (ان کے خالق و ناظم اور مدبر و مربی ہونے کی حیثیت سے) حاصل ہے ورنہ حضرت آدم کو ابتدائے آفرینش ہی میں تمام اسماء کی تعلیم دے دینا ممکن نہ ہوتا۔ اس سے بہت سے فلاسفہ اور ان کے متبعین کی باطل خیال آرائیوں کی تردید بھی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝ کیا وہ بے علم رہ سکتا ہے جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ بہت ہی باریک بین اور خبردار ہے (ملک - ۱۴)

وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ج وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ اور اس نے (اس کائنات کی) ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔ (انعام - ۱۰۱)

اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۝ ہاں جان لو کہ وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ (حم سجدہ - ۵۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۴ — قوانین فطرت غیر متغیر | ان حقائق کے ملاحظہ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ پوری کائنات اور اس کے تمام مظاہر ایک نظم و ضبط کے پابند ہیں اور ان کے اصولوں میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہو رہا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یعنی روز ازل میں اللہ تعالیٰ نے ان مظاہر کے جو ضوابط مقرر کر دیے تھے ان میں مرور ایام کے باعث کوئی ردّ و بدل ممکن نہیں ہے۔ جن مظاہر یا موجودات کے جو خواص و آثار دور آدم میں (یا اس سے پہلے) متعین کر دیے گئے تھے وہی اب تک برابر چلے آرہے ہیں، جن سے موجودہ انسان بتدریج آگاہی حاصل کر رہا ہے۔ اگر ان مظاہر اور اُن کے آثار و خواص میں بد نظمی اور انتشار ہوتا اور ان کے اصولوں میں تغیر و تبدل ممکن ہوتا تو پھر نہ تو ان کی تعلیم ممکن ہوتی اور نہ ان علوم کی با ضابطہ تدوین ہی عمل میں آسکتی۔ خود نقاشِ فطرت کا ارشاد ہے:

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ زوَّ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ○ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے (زمر - ۶۲)

وَ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا ○ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا ایک متعین ضابطہ بنایا۔ (فرقان - ۲)

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ○ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ○ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی ○ پاکی بیان کر اپنے رب برتر کی، جس نے (تمام مخلوقات کو) پیدا کیا اور (ان کا جسمانی نظام) ٹھیک ٹھاک کیا، اور وہ جس نے (تمام مخلوقات کا اپنا اپنا فطری و طبیعی نظام) مقرر کیا پھر (ہر ایک کو اُس نظام کے مطابق) چلنے کی توفیق دی۔ (اعلیٰ - ۱ - ۳)

یہ چند ہمہ گیر اور وسیع کلیات ہیں جن کا دائرہ عالم جمادات، عالم نباتات، عالم حیوانات اور عالم افلاک سب پر محیط ہے۔ ان کلیات کے مطابق ایک ننھے سے ایٹم سے لے کر ایک بڑے سے بڑے نظام شمسی تک ہر ایک نظام ربوبیت ہی کے ماتحت رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوقات کو پیدا کرنے کے بعد انھیں بے ضابطہ اور بے مہار چھوڑ نہیں دیتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ نہایت درجہ منظم اور حیرت انگیز طریقے سے ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کر رہا ہے۔ اس مادی کائنات کی تمام اشیاء اور اُن کے تمام قوانین و ضوابط نہایت درجہ منظم اور باضابطہ ہیں، جن میں بدنظمی اور انتشار کا کہیں نام و نشان بھی موجود نہیں ہے۔

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ لا هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ ۝ تم خدا نے رحمان کی تخلیق میں کوئی تفاوت نہیں پاؤ گے۔ نظر ڈال کر دیکھو کیا تمھیں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نظر ڈالو تو تمہاری نظر تھک کر اور ناکام ہو کر لوٹ آئے گی۔ (ملک ۳-۴)

۱۵ــــ فطرت و شریعت کی ہم آہنگی یہیں سے یہ اصول بھی نکلتا ہے کہ علم دین اور علم تکوین (علم فطرت) میں اصلاً کوئی تعارض و تضاد نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ دونوں ایک ہی سرچشمہ سے نکلے ہوئے اور ہر دو ایک ہی مبدءِ فیض کی جانب سے تعلیم کیے ہوئے ہیں، بلکہ درحقیقت یہ دونوں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں۔ نہ کہ باہم متحارب اور دست بگریباں۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ع اللہ نے زمین اور آسمانوں کو حکمت (اور منصوبہ بندی) کے ساتھ پیدا کیا ہے یقیناً اس باب میں اہل ایمان کے لیے ایک بڑی نشانی موجود ہے۔ (عنکبوت ــ ۴۴)

ان دونوں کی تطبیق و ہمنوائی سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی سرچشمے کے دو منظہر ہیں: ایک سے اعلیٰ درجے کی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار مقصود ہے تو دوسرے سے اُس کی صفات ازلی و ابدی سچائیوں کا اثبات مطلوب ہے۔ قرآن اور کائنات ایک دوسرے کے لیے آئینے کی مانند ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے میں اپنا عکس نظر آتا ہے اور اپنے صحیح نقش و نگار ابھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۔ **اسباب وعلل کا سلسلہ** | مظاہر کائنات کا نظم وضبط کا پابند ہونا اور ان میں متعین قوانین وضوابط کا پایا جانا اس حقیقت کی نشاندہی ہے کہ اشیاء میں تاثیر ہوتی ہے اور کائنات میں علل واسباب کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے، اگرچہ علت العلل اور مسبب الاسباب خود حق تعالیٰ جل شانہ ہے، یہ اس کی حکمت بالغہ کا مظاہرہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے مصالح اور ان کی آزمائش دونوں کا لحاظ رکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چیزوں میں ایسے خواص رکھے ہیں جو دوسرے خواص کو جنم دیتے ہیں۔ انہی خواص وتاثیرات کی بدولت حیوانات ونباتات کے درمیان بہت سی چیزوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے اور زندگی کی گاڑی چلتی رہتی ہے۔ مثلاً: آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائڈ کا تبادلہ اور "نائٹروجن کا چکر" (Nitrogen Cycle) وغیرہ۔ اس دوطرفہ تبادلے کی وجہ سے فطرت میں ایک توازن قائم ہے۔

غرض قرآن حکیم میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن میں مادی کائنات میں جاری شدہ اسباب وعلل کے اثبات میں بنیادی اشارے کیے گئے ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر یہ ہے کہ اللہ نے آسمان سے (یعنی آسمان کی بلندی سے) بارش برسائی، پھر اس بارش کے ذریعہ قسم ہا قسم کے نباتات اگا دیے۔

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝

اور اس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ مختلف نباتات کے جوڑے نکال دیے۔ (طٰہٰ - ۵۳)

اس آیت کریمہ میں مختلف قسم کے پیڑ پودوں کے اگنے کا سبب بارش کو قرار دیا ہے، جیسا کہ دیگر آیات میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ ایک جگہ رنگ برنگے میووں کا سبب بارش کو قرار دیا گیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ط (اے مخاطب) کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ مختلف قسم کے رنگ برنگے میوے نکال دیے۔ (فاطر - ۲۷)

ایک اور مقام پر فرمایا کہ ان میووں اور انواع و اقسام کے پھلوں وغیرہ کا ذائقہ اور ان کی لذت جدا جدا مقرر کی گئی ہے، جو ان اشیاء میں "تاثیر" پر "نص قطعی" ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا گیا کہ اس باب میں دانش مندوں کے لیے وجود باری کے دلائل موجود ہیں۔

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے چند قطعے ہیں (جن میں) انگوروں کے باغ، کھیتیاں اور کھجوروں کے درخت ——— شاخوں دار اور بے شاخوں والے ——— ہیں، سب ایک ہی پانی سے سیراب کیے جاتے ہیں (مگر اس کے باوجود) ہم ذائقہ میں ایک کو دوسرے پر فوقیت دیتے ہیں۔ اس میں عقل مندوں کے لیے (وجود باری کے) دلائل موجود ہیں۔ (رعد - ۴)

اس آیت کریمہ کی رو سے اشیائے کائنات میں "الوان" (رنگوں) اور "اُکُل" (ذائقوں) کا اختلاف پایا جاتا ہے، جو ان کی نوعی خواص و تاثیرات پر دلالت کر رہا ہے۔ یہ خواص و تاثیرات وجودِ باری اور اس کی ربوبیت کا بھی زبردست ثبوت ہیں، جن میں ——— غور و فکر کرنے کے باعث اس سلسلے میں ناقابل تردید دلائل و شواہد فراہم ہوتے ہیں۔ یہی خواص و تاثیرات تمام طبی اور سائنسی علوم کی بنیاد بھی ہیں جو ان دلائل و شواہد کی فراہمی میں آج ہمارے معاون و مددگار ہیں۔ لہٰذا ان علوم کا انکار کرنا یا اشیاء میں خواص و تاثیرات کے نظریے کو غلط اور مہمل قرار دینا قرآن حکیم کی ان تصریحات و تعلیمات کا انکار کرنا ہے۔

اشیاء میں خواص و تاثیر کیا ہے؟ آگ جلاتی ہے۔ پانی آگ بجھاتا ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے، پانی تمام ہضم میں مدد دیتا ہے، پانی سے نباتات اگتے ہیں، پانی تمام زندہ اشیاء کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جزء ہے، پانی پروٹو پلازم کا جزء ہے، پانی ہائیڈروجن اور آکسیجن دو عناصر سے مرکب ہے۔ سنکھیا کھانے سے موت واقع ہو جاتی ہے، شکر مٹھاس پیدا کرتی ہے، نمک میں نمکینی ہوتی ہے، نمک سوڈیم اور کلورین دو عناصر کا مجموعہ ہے، کریلا ذائقہ میں کڑوا ہے مگر صحت کے لیے مفید ہے، لیموں میں بہت سے طبی فوائد موجود ہیں، ہم سانس کے ذریعہ آکسیجن لیتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں۔ نباتات کی غذا خاص کر کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے۔ غذا اور میووں میں مواد لحمیہ (پروٹینز) مواد نشائیہ (کاربوہائیڈریٹ) اور مواد شحمیہ (فیٹس) وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ جو ہمارے جسمانی نظام کے نشو ونما اور ان کی تندرستی کے لیے بہت اہم ہیں، انسان نباتات کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح بجلی ہمارے گھروں کو منور کرتی ہے۔ بجلی ایک طاقت ہے جو الکٹرونوں کے ایک سیدھ میں بہاؤ کا نام ہے۔ کسی چیز کو گرم کرنے سے اس سے حرارت اور بھاپ خارج ہوتی ہے۔ اس بھاپ کو مقید کر کے اس سے بڑے بڑے کام لیے جاتے ہیں۔ بھاپ سے مشینیں چلتی ہیں، ریلیں اور موٹریں چلتی ہیں۔ بھاپ اور بجلی ہماری اکثر تمدنی ضروریات پوری کرتی ہیں۔ ایٹم میں ایک زبردست قوت موجود ہے جو ایٹمی قوت کہلاتی ہے۔ ایٹمی قوت سے بجلی حاصل ہوتی ہے۔ ایٹمی قوت سے جہاز، آبدوز اور میزائیل وغیرہ چلتے ہیں۔ ایٹمی قوت سے ایٹم بم بنایا جاتا ہے جس کی تباہ کاریاں ہیبتناک اور رونگٹے کھڑا کر دینے والی ہیں۔

اسی طرح روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے برقی مقناطیسی لہروں کے ذریعہ ہماری آواز کو کرۂ ارض کے چاروں طرف پھیلایا جا سکتا ہے جس کے باعث ہم اپنے ریڈیو پر آن کی آن میں دن بھر کی خبریں سن لیتے ہیں۔ آواز کے طبعی اصولوں کی بنیاد پر ایجاد کردہ ٹیلی فون کے ذریعہ ہم ایک جگہ سے دوسری جگہ بات کر سکتے ہیں۔ ٹرانسمیٹر، ٹیلی پرنٹر اور ٹیلکس کے ذریعہ اپنے پیغامات دنیا کے کسی بھی حصے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آن کی آن میں پہنچا سکتے ہیں۔

مختلف شعبوں سے تعلّق رکھنے والے یہ چند اہم پہلو آپ کے سامنے رکھے گئے ہیں۔ تمام چیزوں کا استقصاء مقصود نہیں ہے۔ ان امور اور حقائق کے ملاحظے سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ پورا کارخانۂ قدرت اسباب وعلل اور خواص وتاثیرات کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے اور ہماری روزمرّہ کی زندگی میں اسباب وعلل اور ان کی کارفرمائیوں سے صَرفِ نظر کرنا ممکن نہیں ہے۔

غرض یہ اور اس طرح کی بے شمار چیزیں ہیں جن کا ذکر سائنسی اور طبّی علوم میں کیا جاتا ہے۔ اور اشیاء کی انہی خواص وتاثیرات سے استفادہ کا نام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا ہے۔ یہ نعمتیں ان اشیاء کی تسخیر سے حاصل ہوتی ہیں۔ جن کا بیان تفصیل کے ساتھ اگلے باب میں آرہا ہے۔

اشیاء میں خواص وتاثیرات کے انکار کا نظریہ دراصل اشعری علم کلام کا حصّہ ہے[۱] جس کی

---

[۱] اشعری علمِ کلام (بانی ابوالحسن اشعری، المتوفی ۳۲۵ھ) چوتھی صدی ہجری میں فلسفۂ یونان اور اس کی ترویج واشاعت کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے الحاد اور اعتزال کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر اختیار کیا گیا تھا۔ مگر وہ زمانہ لد گیا۔ اب نہ وہ ملحد رہے اور نہ وہ معتزلہ بلکہ آج موجودہ سائنسی علوم کی ترویج واشاعت کے نتیجے میں ہم کو جس قسم کے الحاد ودہریت کا سامنا ہے اس کا تقاضہ ہے کہ ہم قرآن کی اصل تعلیمات پر نظر رکھتے ہوئے موجودہ چیلنج کا سامنا کریں اور حقائق کا انکار نہ کریں۔ حقائق بہرحال حقائق ہوتے ہیں جن کے انکار کی نہ تو قرآن ہمیں تعلیم دیتا ہے اور نہ اس قسم کے علمی حقائق کا انکار دین کی کوئی خدمت ہے۔ آج بجائے اشعریت کے "ماتریدیت" کی ترویج واشاعت کی ضرورت ہے جو فکر جدید سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہونے اور اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اسی میں جدید علمِ کلام کی تدوین کی صلاحیت بھی ہے۔

⁂

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صدائے بازگشت آج بھی کہیں کہیں سنائی دیتی رہتی ہے۔ حالانکہ اشیاء میں خواص وتاثیر خود اللہ تعالیٰ نے اپنی عجیب وغریب حکمت ومصلحت کے باعث رکھ چھوڑی ہے جو اس کے ہمہ گیر "نظام تقدیر"[1]، اور "نظام ربوبیت" کا ایک جزو اور ایک زبردست مظہر ہے۔ اشیاء میں خواص وتاثیر کا انکار قرآنی آیات کریمہ کے صاف وصریح "نصوص" کا انکار ہے جو کسی بھی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور نہ اس میں کوئی عقلی خوبی ہو سکتی ہے؛ بلکہ قرآن عظیم کے دلائل آفاق وانفس کا تقریباً سارا دارومدار انہی خواص وتاثیرات پر ہے۔ آپ ان خواص وتاثیرات کا اقرار کیے بغیر دلیل واستدلال سے کام نہیں لے سکتے اور کسی منکر خدا پر حجت وبرہان قائم نہیں کر سکتے۔ اس طرح پورا عقلی واستدلالی نظام ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور کائنات کے آثار ومظاہر میں غور وفکر کرنا ایک بے کار اور عبث کام ٹھہرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ اس عقل وفکر کے لازمی نتائج ہوں گے جو محض اس غلط مفروضے کی بناء پر پیدا ہوئے کہ "اشیاء میں خواص وتاثیر مطلق موجود نہیں ہے"۔ حالانکہ زمانہ قدیم سے اب تک عوام وخواص سب کے سب ان خواص وتاثیرات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ برابر مستفید ہو رہے ہیں اور کبھی ان کا انقطاع عمل میں نہیں آسکا۔ اور آج تو جدید مصنوعات اور جدید سواریوں وغیرہ سے استفادہ کرنا عملاً اور علانیہ طور پر گویا کہ ان خواص وتاثیرات کا اقرار واعتراف کرنا ہے۔ مثلاً جب ہم کسی کو ٹیلی فون کرتے ہیں تو ہمارا عقیدہ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو مگر ہم یہ سمجھ کر ٹیلی فون کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہماری آواز مطلوبہ دور دراز مقام تک پہنچ جائے گی۔ اور ہمارا اس طرح خیال کرنا گویا کہ اس ٹیلی فونی نظام میں کارفرما "اشیاء کی خواص وتاثیرات" کا اقرار واعتراف کرنا ہے، اسی طرح جب ہم کسی موٹر، ٹرین یا ہوائی جہاز پر سوار ہوتے ہیں تو گویا کہ ہم غیر شعوری طور پر ان کی مشنری میں کارفرما برق وبھاپ کی

---

[1] ملاحظہ ہو پچھلے صفحات میں فقرہ ۱۳ کے تحت سورۂ فرقان اور سورۂ اعلیٰ کی آیات۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"قوت محرکہ" کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں کہ اس کی بدولت ہم اتنے وقت میں فلاں مقام تک پہنچ جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب جادو یا طلسم یا کوئی آسیبی خلل نہیں ہے بلکہ خدائے رحمان ہی کے مقرر کردہ مادّی اشیاء کے ضوابط کا نتیجہ ہے، جن کی حقیقت طبیعی علوم (Physical Sciences) کے تحت ظاہر ہوتی ہے۔ ان حقائق کا انکار کرکے ہم موجودہ تمدنی دنیا میں ایک دن بلکہ ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتے۔ آج ہماری زندگی کے تمام شعبوں کو یہ علوم اور ان کی کارفرمائیاں پوری طرح گھیرے ہوئے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کا جو "تقدیری نظام" بنایا ہے ــــ جس کو علم جدید کی اصطلاح میں نظام فطرت کہا جاتا ہے ــــ اس میں ایسی خوبیاں رکھ دی ہیں کہ ان کے بنیادی اصولوں اور ضوابط کو کام میں لاکر انسان ان اشیاء کے نظام سے مستفید ہو سکتا ہے اور یہ چیز جس طرح انکارِ خدا کی دلیل نہیں بن سکتی (منکرین و معاندین کی غلط منطق کے مطابق) اسی طرح وہ خداوندِ کریم کے نافع و ضار اور مسبب الاسباب ہونے کی نفی بھی نہیں کر سکتی۔ نفع و نقصان کی اصل باگیں رب العلمین ہی کے قبضے و اختیار میں رہیں گی اور ان تمام اشیاء پر اصل حکمرانی اسی کی رہے گی۔ ان مظاہر میں اس کے احکام سے سرتابی کی مجال نہیں ہے۔ وہ جب چاہے ان اشیاء سے اُن کی یہ خصوصیات زائل کر سکتا ہے اور جب چاہے ان کو فنا کر سکتا ہے۔ مگر یہ ایک دوسری بحث ہے۔ اس سے موجوداتِ عالم میں ودیعت شدہ "فوائد" (جن کو قرآن حکیم کی دیگر آیات میں اللہ کی نعمتوں اور اس کے نشانات سے تعبیر کیا گیا ہے) سے انکار لازم نہیں آتا۔ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی حدود میں بالکل صحیح ہیں اور ہم افراط و تفریط کا شکار ہوئے بغیر ان دونوں کے درمیان صحیح حدود کو قائم رکھیں، ورنہ سر رشتۂ حیات ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور سوائے حیرانی و سرگردانی کے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔

اس عالم رنگ و بو میں خواص و تاثیرات کا پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کائنات اور اس کے مظاہر دفعتاً نمودار نہیں ہوگئے، بلکہ مختلف مراحل سے گزر کر یا دوسرے لفظوں میں ارتقائی منازل طے کر کے موجودہ حالت تک پہنچے ہیں۔ اگر خداوندِ عالم چاہتا تو آن کی آن میں اور دفعتاً کوئی حیوان یا پیڑ پودا اپنے وجود میں جلوہ گر ہو سکتا تھا مگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ قوانینِ فطرت کا ایک مضبوط سلسلہ جاری کیا گیا جو تدریج وارتقاء کی شکل میں جاری و ساری ہے۔ مثلاً ایک انسان اپنی جسمانی تکمیل کے لیے پورے نو ماہ تک بطنِ مادر میں رہ کر باہر آتا ہے اور بتدریج ایک طویل عرصے کے بعد جوان ہوتا ہے، پہلے وہ یک خلوی تھا ہے، پھر چند خلوی، پھر کثیر خلوی۔ ہر خلیہ (Cell) اپنے اندر ایک پوری کائنات رکھتا[1] ہے جس میں ودیعت شدہ خواص و تاثیرات کے مطالعہ پر ابواب کے ابواب سیاہ کیے جا سکتے ہیں۔

غور فرمائیے تو نظر آئے گا کہ یہ سارا سلسلۂ وجود خواص و تاثیرات اور اسباب و علل کا ایک حیرت انگیز مجموعہ ہے اور کائنات میں تدریج وارتقاء سے ان کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ ان خواص و تاثیرات اور اسباب و علل کے درمیان کامل نظم و ضبط اور مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو ایک ناظم اور ضابط اور مدبر و منتظم کی طرف اشارہ اور رہنمائی کرتی ہے، یہی خدا ہے۔

حضرت آدمؑ کو مظاہر کائنات کی شناخت و پہچان کرانے کے ساتھ ساتھ اُن کے آثار و خواص کا علم ــــ بتصریح مفسرین ــــ عطا کیے جانے کی ایک غرض و غایت بھی یہی تھی کہ انسان ان ظاہری اسباب و علل میں غور و فکر کر کے ان کے پس پردہ کارفرما شاہد

---

[1] حیوانی اور نباتاتی خلیوں کی ساخت و پرداخت اور ان کی کارفرمائیوں کا علم ایک وسیع اور مستقل ہے، جس کو Citology یا Cell Biology (علم خلیہ) کہتے ہیں۔ یہ حیاتیات (Biology) کی ایک شاخ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت کی جلوہ افروزیوں کا پتہ لگائے اور اپنی عقل و دانش کو ہمیشہ مصروف اور برسرِ پیکار رکھے۔ یہ گویا ایک بہت بڑا امتحان اور ایک بہت بڑی آزمائش ہے جو ازل سے جاری وساری ہے۔

اور اس علم کی دوسری غرض و غایت یہ تھی کہ اشیائے عالم کے خواص و تاثیرات سے واقفیت حاصل کر کے ان میں خالقِ کائنات کی طرف سے ودیعت شدہ فوائد سے مستفید ہو کر اپنی زندگی کو بہتر بنائے۔ اول سے آخرت بنتی ہے تو ثانی سے اس کی دنیا سنورتی ہے۔ اور ان دونوں میں توازن قائم کرنا ہی اسلام کا اصل کارنامہ ہے۔

آج اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے ان مادی علوم اور مادی اشیاء کی کارفرمائیوں کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ مادی حیثیت سے قوت و طاقت حاصل کرنا اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے بہت ضروری ہے ورنہ سیاسی اعتبار سے غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی دراصل اسباب و علل اور نظام تعلیل ہی کے ماتحت ہے۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے مادی اسباب و علل کا جائزہ لینا اور اس کے لیے مکمل منصوبہ تیار کرنا بہت ہی اہم بات اور بنیادی چیز ہے مگر یہ چیز محض خواہشات اور آرزوؤں کے سہارے برپا نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اہلِ اسلام کے طرزِ فکر میں تبدیلی آنی ضروری ہے اور انھیں ہر حال میں حقیقت بیں اور حقیقت شناس ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مادی دنیا کے لیے جو مادی قوانین جاری وساری کیے ہیں اُن سے صرفِ نظر کرنا قوموں کے لیے پیامِ موت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس موضوع پر تفصیل اگلے ابواب میں آرہی ہے۔

۱۷　طب و صحت میں اسباب و علل کی کارفرمائی اور عالمِ اسباب کے دیگر حقائق ﷺ[1]

اوپر کی بحث سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ اشیاء و اجسام میں تاثیر اور خاصیت موجود ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام طبّی علوم بھی ــــ جن کا تعلق سائنسی علوم ہی سے

---

[1] ممکن ہے بعض حضرات کو یہ بحث غیر ضروری معلوم ہو۔ مگر ایک تو یہ پچھلی بحث کا تتمہ ہے، دوسری حیثیت سے اس میں قرآن اور حدیث کے بعض نئے دلائل اور نئے گوشے آرہے ہیں (بقیہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کائنات اور اس کے مظاہر دفعتاً نمودار نہیں ہو گئے، بلکہ مختلف مراحل سے گزر کر یا دوسرے لفظوں میں ارتقائی منازل طے کر کے موجودہ حالت تک پہنچے ہیں۔ اگر خداوند عالم چاہتا تو آن کی آن میں اور دفعتاً کوئی حیوان یا پیڑ پودا لباس وجود میں جلوہ گر ہو سکتا تھا مگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ قوانین فطرت کا ایک مضبوط سلسلہ جاری کیا گیا جو تدریج و ارتقاء کی شکل میں جاری و ساری ہے۔ مثلاً ایک انسان اپنی جسمانی تکمیل کے لیے پورے نو ماہ تک بطن مادر میں رہ کر باہر آتا ہے اور بتدریج ایک طویل عرصے کے بعد جوان ہوتا ہے، پہلے وہ یک خلوی ہوتا ہے، پھر چند خلوی، پھر کثیر خلوی۔ ہر خلیہ (Cell) اپنے اندر ایک پوری کائنات رکھتا ہے[1] جس میں ودیعت شدہ خواص و تاثیرات کے مطالعہ پر ابواب کے ابواب سیاہ کیے جا سکتے ہیں۔

غور فرمائیے تو نظر آئے گا کہ یہ سارا سلسلۂ وجود، خواص و تاثیرات اور اسباب و علل کا ایک حیرت انگیز مجموعہ ہے اور کائنات میں تدریج و ارتقاء سے ان کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ ان خواص و تاثیرات اور اسباب و علل کے درمیان کامل نظم و ضبط اور مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو ایک ناظم اور ضابط اور مدبر و منتظم کی طرف اشارہ اور رہنمائی کرتی ہے، یہی خدا ہے۔

حضرت آدم ؑ کو مظاہر کائنات کی شناخت و پہچان کرانے کے ساتھ ساتھ اُن کے آثار و خواص کا علم ـــــ بتصریح مفسرین ـــــ عطا کیے جانے کی ایک غرض و غایت بھی یہی تھی کہ انسان ان ظاہری اسباب و علل میں غور و فکر کر کے ان کے پس پردہ کارفرما ہستی

---

[1] حیوانی اور نباتاتی خلیوں کی ساخت و پرداخت اور ان کی کارفرمائیوں کا علم ایک وسیع اور مستقل ہے، جس کو Cell Biology (علم خلیہ) یا Citology کہتے ہیں۔ یہ حیاتیات (Biology) کی ایک شاخ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقی کی جلوہ افروزیوں کا پتہ لگائے اور اپنی عقل و دانش کو ہمیشہ معروف اور برسرِ پیکار رکھے۔ یہ گویا ایک بہت بڑا امتحان اور ایک بہت بڑی آزمائش ہے جو ازل سے جاری وساری ہے۔

اور اس علم کی دوسری غرض وغایت یہ تھی کہ اشیائے عالم کے خواص وتاثیرات سے واقفیت حاصل کرکے ان میں خالقِ کائنات کی طرف سے ودیعت شدہ فوائد سے مستفید ہوکر اپنی زندگی کو بہتر بنائے۔ اول سے آخرت بنتی ہے تو ثانی سے اس کی دنیا سنورتی ہے۔ اور ان دونوں میں توازن قائم کرنا ہی اسلام کا اصل کارنامہ ہے۔

آج اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے ان مادی علوم اور مادی اشیاء کی کارفرمائیوں کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ مادی حیثیت سے قوت وطاقت حاصل کرنا اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے بہت ضروری ہے ورنہ سیاسی اعتبار سے غلبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی دراصل اسباب وعلل اور نظام تعلیل ہی کے ماتحت ہے۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے مادی اسباب وعلل کا جائزہ لینا اور اس کے لیے مکمل منصوبہ تیار کرنا بہت ہی اہم بات اور بنیادی چیز ہے مگر یہ چیز محض خواہشات اور آرزوؤں کے سہارے برپا نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اہلِ اسلام کے طرزِ فکر میں تبدیلی آنی ضروری ہے اور انھیں ہر حال میں حقیقت بیں اور حقیقت شناس ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مادی دنیا کے لیے جو مادی قوانین جاری وساری کیے ہیں اُن سے صرفِ نظر کرنا قوموں کے لیے پیامِ موت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس موضوع پر تفصیل اگلے ابواب میں آرہی ہے۔

۱۷ طب وصحت میں اسباب وعلل کی کارفرمائی اور عالمِ اسباب کے دیگر حقائق[1]

اوپر کی بحث سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ اشیاء واجسام میں تاثیر اور خاصیت موجود ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام طبی علوم بھی —— جن کا تعلق سائنسی علوم ہی سے

[1] ممکن ہے بعض حضرات کو یہ بحث غیر ضروری معلوم ہو۔ مگر ایک تو یہ پچھلی بحث کا تتمہ ہے، دوسری حیثیت سے اس میں قرآن اور حدیث کے بعض نئے دلائل اور نئے گوشے آرہے ہیں (بقیہ صفحہ ملاحظہ ہو)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے ـــــــ درست اور صحیح ہیں۔ لہٰذا علاج و معالجہ اوراد و یات وغیرہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ چیزیں توکل کے خلاف ہیں، بلکہ یہ تو تعلیم الٰہی کے عین مطابق ہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج معالجہ کیا ہے اور اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔

قرآن مجید اس سلسلے میں ہمارے لیے ایک بہترین رہنما اور ہادی ہے جس نے ہمارے لیے چند بنیادی اصولوں کو پیش کر کے ایک خاکہ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ سب سے پہلی حقیقت یہ ہے کہ اس نے امراض و عوارض کے وجود کو تسلیم کر کے بیماروں اور مریضوں کو شرعی طور پر رخصتیں عطا کی ہیں۔ اور دوسری حقیقت یہ کہ علاج و معالجہ کے اصول کو اصولی طور پر تسلیم کر کے گویا کہ اسباب و علل کے برحق ہونے کی تصدیق کی ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ

(بقیہ صفحہ ۲۹) اور تیسری حیثیت سے اس بحث کے آخر میں چند ایسے حقائق اور نتائج نکالے گئے ہیں جو ہمارے فکر و نظر میں تبدیلی پیدا کرنے اور ہمارے اذہان کو صیقل کرنے میں نہایت درجہ مؤثر ہیں۔ اس وقت دینی و دنیوی دونوں حیثیتوں سے ہماری پستی و انحطاط اور ہمارے فکری و عملی جمود کی جو حالت و کیفیت ہے اس کا تقاضہ ہے کہ کارِ تجدید و اصلاح کے لیے خرابیوں کی اصل جڑ بنیاد تلاش کی جائے پھر اس کا علاج تجویز کیا جائے۔ اصلاح نیچے سے اور درجہ بدرجہ ہونی چاہیے۔ اصل جڑ کو برقرار رکھتے ہوئے محض شاخوں کو چھانٹ دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ مادی اور سائنسی علوم سے صدیوں کی دوری نے ہمیں بہت سی غلط فہمیوں اور غیر معقول باتوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی بنیادی اینٹ یہ ہے کہ ہمارے ذہن و فکر میں اساسی تبدیلیاں پیدا کی جائیں اور سوچنے سمجھنے کا انداز بدلا جائے، مسلم معاشرہ میں حقائق کے سمجھنے اور ان سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔ پیش پا افتادہ مسائل کا حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے جائزہ لے کر ناقص تدبیر سے انھیں سلجھایا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا: اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم سے کوئی شخص حاجت ضروریہ سے فارغ ہوا ہو یا تم نے (اپنی) بیویوں سے قربت کی ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو (نساء ۴۳، مائدہ - ۶)

اس آیت کریمہ میں مریض کے لیے پانی نہ ہونا تیمم کے لیے شرط نہیں ہے، بلکہ یہ حکم دراصل سفر اور ما بعد کی حالتوں کے ساتھ مشروط ہے، ورنہ مریض کے لیے محض اس کا مطلقاً مریض ہونا ہی تیمم کے جواز کے لیے کافی ہے[1]

اسی طرح رمضان شریف کے روزے جو فرض ہیں مرض اور سفر کی صعوبتوں کا خیال کرتے ہوئے ان کی قضا دوسرے دنوں میں جائز رکھی گئی ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط
جو شخص تم میں بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رہے۔ (بقرہ - ۱۸۴)

اسی طرح حج اور عمرہ کے بارے میں حکم یہ ہے کہ قربانی کا جانور قربان گاہ تک پہنچنے سے پہلے سر منڈوانا جائز نہیں مگر کسی بیماری یا سر کی تکلیف وغیرہ کی بنا پر اس میں رخصت ہے کہ اس سے قبل بھی سر منڈانا جائز ہے۔

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج
اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ منڈاؤ جب تک کہ قربانی (کا جانور) اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے البتہ اگر کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ (سر منڈا کر) فدیہ دے دے یعنی (تین) روزے یا (چھ مسکینوں کو) خیرات یا (ایک بکری) ذبح کرنے (میں) سے کوئی ایک.

---

[1] ملاحظہ ہو احکام القرآن، از جصاص رازی، جلد ۱ ص ۳۶۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صورت اختیار کرے)۔ (بقرہ - ۱۹۶)

ان آیات کے ملاحظہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جسمانی عوارض و اسباب شرعاً معتبر ہیں اور ان اسباب و تاثیرات سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔ شریعت حقہ نے ان اسباب وعلل اور افزات وطبائع کا اعتبار کرتے ہوئے مختلف شرعی امور میں رخصت و اجازت دے رکھی ہے اور احکام و فرائض کی ادائیگی میں تخفیف و تیسیر کے اصول کو تسلیم کیا ہے۔

یہ تو جسمانی عوارض کے برحق ہونے کا اصولی بیان تھا۔ اب ان عوارض ولواحق کو زائل کرنے کے لیے علاج ومعالجہ کے حق و مبنی بر صواب ہونے کا بیان ملاحظہ ہو: شہد کا تذکرہ کر کے فرمایا کہ اس میں لوگوں کے لیے (بہت سی بیماریوں میں) شفا رکھ دی گئی ہے:

يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ط

اس کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے (نحل - ۶۹)

پھر اس کے بعد فوراً ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ٥ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے ایک بہت بڑی دلیل موجود ہے۔ (نحل ۶۹)۔

یعنی باری تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت اور اس کی بے نظیر ربوبیت کی ان کے لیے جو اسباب وعلل کے اس وسیع سلسلہ میں غور وفکر کر کے حقائق کا استنباط کرتے ہیں اور منکرین ومعاندین کی رہبری و رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

اس موقع پر یہ حقیقت بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ قرآن حکیم کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی ایک عظیم خصوصیت "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" (ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والا) کے بمصداق ہر باب میں کوئی واضح حکم دے کر یا کوئی واضح اشارہ کر کے تفصیلات (خصوصاً شرعی امور میں) اپنے رسول برحق اور ہادیٔ مطلق کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس لحاظ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیر بحث موضوع (علاج و معالجہ اور اسباب وعلل وغیرہ) کے بارے میں ہم کو سیرت نبوی اور سنت مطہرہ میں واضح ہدایات ملتی ہیں، جن کے ملاحظہ کے بعد مزید کسی قسم کے شک وشبہ اور قیل وقال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اس موضوع پر سب سے بہترین تصنیف علامہ ابن قیمؒ کی "زاد المعاد فی ھدی خیرالعباد" ہے، جس میں علامہ موصوف نے اس سلسلے میں مروی تمام احادیث وروایات کو مختلف عنوانوں کے تحت جمع کر کے ان کی حکمتیں اور علتیں بیان کی ہیں۔

ان احادیث کے مطابق رسول اکرم صلعم نے مختلف مواقع پر خود بھی علاج ومعالجہ کیا ہے اور صحابۂ کرامؓ کو بھی مختلف چیزوں کے ذریعہ علاج کا طریقہ بتایا ہے۔ اس لحاظ سے "طب نبوی" کا مطالعہ ایک مستقل موضوع ہے اور بہت اہم بھی۔ طب نبوی کے ان جواہر پاروں اور بیش بہا اصولوں کی قدر وقیمت موجودہ عصری تحقیقات کی رُو سے کیا ہے؟ اس موضوع پر ایک محقق (عبدالغنی عبدالخالق) نے اپنے دو معاونین (ایک طبی ماہر اور ایک عالم حدیث) کی مدد سے بہت بڑا اور قابل قدر کام یہ کر ڈالا ہے کہ زاد المعاد کی مذکورہ بالا تمام روایات کی چھان بین اور اصل مراجع سے ان کی تصحیح ومقابلہ کرنے کے بعد ان پر نئے انداز سے کلام کر کے اس کو "الطب النبوی لابن القیم الجوزیۃ" کے نام سے شائع کر دیا ہے[1] اس لحاظ سے یہ ایک بہت ہی وقیع اور معرکۃ الآرا علمی کتاب بن گئی ہے۔

بہرحال اس موقع پر زاد المعاد سے علامہ موصوف کی اصولی بحث کی تلخیص پیش کی جاتی ہے جو موصوف نے ابتدائی فصلوں میں کی ہے۔ اور اسی کتاب کے حوالے سے چند حدیثیں بھی ——— زیر بحث موضوع سے متعلق ——— نقل کی جاتی ہیں۔

مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] یہ کتاب مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا کہ ہر مرض کے لیے دوا موجود ہے۔ جب کسی بیمار کو دوا دی جاتی ہے تو وہ اللہ کے حکم سے صحتیاب ہو جاتا ہے۔

صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری دنیا میں بھیجی ہے اس کے لیے شفا (کا سامان) بھی بھیجا ہے۔

مسند احمد بن حنبل اور سنن (ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ) میں ابوخزامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بتائیے کچھ پڑھ کر پھونکنے کے بارے میں جن کو ہم اختیار کرتے ہیں، یا وہ دوائیں جن کو ہم بطور علاج استعمال کرتے ہیں، یا مصیبتوں سے بچنے کی وہ تدبیریں جن کو ہم اختیار کرتے ہیں، کیا یہ تمام چیزیں اللہ کی تقدیر کو پھیر دیتی ہیں؟ فرمایا کہ یہ سب چیزیں بھی تقدیر ہی سے ہیں۔

(یعنی ایسا کرنا بھی تقدیر ہی کے ماتحت ہے اس سے الگ نہیں۔ مطلب یہ کہ یہ بات پہلے ہی سے مقدر ہو چکی ہوتی ہے کہ فلاں بندہ فلاں تدبیر سے اچھا ہو جائے گا۔ لہٰذا ان اسباب وعلل کے مطابق عمل کرنا تقدیر الٰہی کے منافی نہیں)۔

"یہ حدیثیں اسباب ومسبّبات (علل ومعلولات) کے وجود پر دلالت کر رہی ہیں اور ان میں ابطال ہے ان لوگوں کا جو اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ نیز رسول اکرم صلعم کا یہ بیان کہ "ہر مرض کی دوا (اس کارخانۂ قدرت میں) موجود ہے" اس کا عمومی اعتبار سے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ بعض قاتل امراض اور ایسے امراض بھی ہو سکتے ہیں جو طبیبوں کی دسترس سے باہر ہوں، اور جن کا علم اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی سے پوشیدہ رکھا ہو، اور وہ اس کی پہنچ سے باہر ہوں سوائے اتنے علم کے جتنا کہ اس نے خود سکھا دیا ہے۔ اسی بنا پر نبی کریم صلعم نے

ملہ　علامہ ابن قیمؒ کی بصیرت اور دوربینی کی داد دینی پڑتی ہے کہ انھوں نے اس حقیقت کو بطور ایک اصول تسلیم کر کے دراصل علم کی وسعت کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ طب جدید حقیقت (باقی صفحہ ۳ پر)

سم ..

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شفا کو موقوف کیا اس پر کہ دوا کو بیماری سے جوڑا جائے (یعنی بیماری اور دوا کے ملاپ سے شفا وجود میں آتی ہے) ۔ کیونکہ مخلوقات الٰہی میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کی ضد نہ ہو۔ اس طرح ہر بیماری کی ایک ضد اس کی دوا کی شکل میں موجود ہے ۔

اس لحاظ سے نبی کریم صلعم نے صحتیابی کو بیماری سے دوا کی موافقت پر موقوف فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب دوا اپنی کیفیت میں بیماری کے درجہ سے تجاوز کر جاتی ہے یا کمیت میں زیادہ ہو جاتی ہے تو ایک نئے مرض کی شروعات ہوتی ہے ۔ اسی طرح اگر وہ بیماری کے درجہ سے کم ہو جائے تو بیماری کے مقابلے سے قاصر رہتی ہے ۔ نیز معالج اگر دوائی سے واقف نہ ہو تو اس صورت میں بھی شفا حاصل نہیں ہوتی ۔ اسی طرح اگر زمانہ (کے طبعی حالات) اس دوائی کے استعمال کے لیے سازگار نہ ہوں تو اس صورت میں بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا ۔ اسی طرح بدن اگر کسی دوائی کا متحمل نہ ہو یا اس کو انگیز کرنے کی قوت نہ رکھتا ہو یا اس کی تاثیر میں اس طرح کا کوئی دوسرا مانع موجود ہو تو ان سب صورتوں میں بھی عدم مطابقت کی وجہ سے

(بقیہ صفحہ ۳۴) انہی پوشیدہ اسباب وعلل اور کارخانۂ قدرت کے پوشیدہ اجزاء وعناصر کی دریافت کے ذریعہ علاج ومعالجہ کو بہتر سے بہتر بنانے کا نام ہے بہرحال یہ کلیہ جس طرح دور قدیم میں صادق آرہا تھا اسی طرح دور جدید میں بھی پوری طرح صادق آرہا ہے، اور شاید قیامت تک بھی اسی طرح صادق آتا رہے گا ۔ یہ ایک زندہ اور ابدی حقیقت ہے کہ انسان آج جس قدر امراض کا علاج دریافت کرتا جا رہا ہے اسی قدر نئے نئے امراض پیدا ہوتے جا رہے ہیں، جو اس کی حکمت ودانش کے لیے ایک چیلنج بنے ہوئے ہیں ۔ مگر حقیقتاً کارخانۂ قدرت میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے ۔ یہ تناسب غالباً قیامت اسی طرح باقی رہے گا، تاکہ انسان کو ہمیشہ اپنی کمزوری اور بے کسی کا شدت کے ساتھ احساس ہوتا رہے اور وہ اپنے سے ایک برتر ہستی کے وجود کا اقرار واعتراف کر کے اس کی بارگاہ صمدیت کی طرف لپکنے پر آمادہ ہو سکے ۔

© rasailojaraid.com